سلسلہ
مواعظ حسنہ
۸۱

طریق اِلی اللہ

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرتِ اقدس
مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

کتب خانہ مظہری
گلشن اقبال کراچی پاکستان

ضروری تفصیل

نامِ وعظ :	طریق الی اللہ
نام واعظ :	عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دام ظلالهم علينا الى مأة و عشرين سنة
تاریخِ وعظ :	۱۰؍صفر المظفر ۱۴۲۱ھ مطابق ۱۵؍مئی ۲۰۰۰ء بروز پیر
وقت:	بعد نمازِ عصر
مقام:	جامعہ فاروقیہ راولپنڈی
موضوع:	آیاتِ قرآنی سے مسائلِ سلوک کا استدلال
مرتب:	یکے از خدام حضرت والا مدظلہم العالی (سید عشرت جمیل میرؔ صاحب)
کمپوزنگ:	مفتی محمد عاصم صاحب مقیم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، کراچی
اشاعت اوّل:	شعبان المعظم ۱۴۳۰ھ مطابق اگست ۲۰۰۹ء
تعداد:	۲۲۰۰
باہتمام:	ابراھیم برادران سلمہم الرحمٰن کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال نمبر۲، کراچی

فہرست

صفحہ	عنوان
۶	اہل اللہ کی اپنے شاگردوں سے محبت
۸	اللہ تعالیٰ سے مصافحہ کا طریقہ
۱۰	طلباء کرام میں علمی استعداد پیدا کرنے والے تین اعمال
۱۰	علم میں برکت حاصل کرنے کا طریقہ
۱۱	سایۂ عرش حاصل کرنے کا طریقہ
۱۲	حسن کا شکر کیا ہے؟
۱۳	اللہ پر فدا ہونے والا غیر فانی ہو جاتا ہے
۱۴	جوانی بچانے والے کام
۱۵	جوانی بچانے والا پہلا کام
۱۶	حضرت امام ابو حنیفہ کا حفاظتِ نظر کا اہتمام
۱۷	گھریلو ملازماؤں سے احتیاط کی تاکید
۱۸	جوانی بچانے والا دوسرا کام
۱۹	جوانی بچانے والا تیسرا کام
۱۹	قرآنِ پاک سے مسائلِ سلوک پر استدلال
۲۰	ذکرِ اسمِ ذات کا ثبوت
۲۰	تبتل کا ثبوت
۲۱	محبت سے ذکر کرنے کا ثبوت
۲۲	ذکر اللہ تبتل کا ذریعہ ہے
۲۴	استغفار اور توبہ کے مفاہیم میں فرق
۲۵	ذکرِ نفی و اثبات اور توکل کا ثبوت
۲۶	اقوالِ مخالفین پر صبر اور ھجرانِ جمیل کی تفسیر
۲۷	تہجد کا آسان طریقہ
۲۸	وسیلہ کا مدلل ثبوت
۲۹	سلوک کے آخری اسباق سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتداء ہی میں کیوں دیئے گئے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

طریق الی اللہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلاَمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
وَ اذْکُرِسْمَ رَبِّکَ وَ تَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلاًo رَبُّ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ
لاَ اِلٰہَ اِلاَّ ھُوَ فَاتَّخِذْہُ وَکِیْلاًo وَ اصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ
وَ اھْجُرْھُمْ ھَجْراً جَمِیْلاًo

(سورۃ المزمل، آیۃ:۸۔۱۰)

حضراتِ سامعین، طلباء کرام ومہتمم صاحب دامت برکاتہم، حافظ...... صاحب کے خلوص ومحبت اور بار بار تقاضے سے اس شدید گرمی میں باوجود بیماری کے اللہ تعالیٰ نے مجھ کو یہاں آنے کی توفیق اور ہمت دی اور میں حق تعالیٰ کی اس رحمت کا شکر گذار ہوں کہ بارش ہوگئی جس سے گرمی میں اعتدال آ گیا۔

میں نے جو آیات تلاوت کیں ان کی تفسیر سے پہلے طلباء کرام کے لیے کچھ خصوصی نصیحتیں پیش کرتا ہوں۔ حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نوّر اللہ مرقدہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر طلباء کرام تین کام کرلیں تو وہ بہت قابل عالم ہوں گے اور ان کی قابلیت اور استعداد کی میں ضمانت لیتا ہوں، نمبرا۔ رات کو کتاب کا مطالعہ کریں۔ قطب العالم مولانا گنگوہی

رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ بلا مطالعہ پڑھنا اور پڑھانا دونوں حرام ہیں، اس بات کو میں اپنے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بارہا سن چکا ہوں، میرے شیخ ایک واسطے سے بخاری شریف میں قطب العالم مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے یعنی مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے مولانا ماجد علی جونپوری رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف پڑھی اور میرے شیخ نے مولانا ماجد علی سے پڑھی اور میں نے اپنے شیخ سے پڑھی گو اقتباساً اقتباساً پڑھا سبقاً سبقاً بالاستیعاب پڑھنے کا موقع نہیں ملا۔

اہل اللہ کی اپنے شاگردوں سے محبت

مولانا ماجد علی جونپوری کے ساتھ مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد مولانا یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھتے تھے۔ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو مولانا یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ایسا تعلق تھا کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے زمانہ میں استادوں کو اپنے شاگردوں سے کیسی محبت ہوتی تھی۔

ایک مرتبہ مولانا یحییٰ صاحب نے عرض کیا کہ میں ضروری کام سے جارہا ہوں شام تک آجاؤں گا، جب شام تک نہیں آئے اور سورج ڈوب گیا تو مولانا رشید احمد گنگوہی قطب العالم اپنے شاگرد کی یاد میں تڑپنے لگے اور اپنے گھر کے صحن میں ٹہل ٹہل کر روتے ہوئے یہ مصرع پڑھتے تھے ؎

او وعدہ فراموش تو مت آئیو اب بھی
جس طرح سے دن گذرا گذر جائے گی شب بھی

اس سے معلوم ہوا کہ پہلے زمانے میں اللہ والوں کو اپنے شاگردوں سے کیسی محبت ہوتی تھی۔ یہ روایت میں اپنے مرشد شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ سے براہِ

راست مرفوعاً نقل کر رہا ہوں، اس میں میرے سوا کوئی اور واسطہ نہیں ہے۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بارہ مرتبہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی تھی اور مجھ سے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس طرح زیارت کی کہ آپ کی مبارک آنکھوں کے لال لال ڈورے میں نے دیکھے اور خواب ہی میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا عبدالغنی نے آج اپنے پیارے رسول کو خوب دیکھ لیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں عبدالغنی! تم نے آج اپنے رسول کو خوب دیکھ لیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ایسی شخصیت کے ساتھ مجھے سترہ سال رہنے کی سعادت بلا استحقاق محض اپنے کرم سے عطا فرمائی اور میرے شیخ جب بھی اپنے شیخ حضرت تھانوی کی خدمت میں تھانہ بھون حاضر ہوتے تو حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ چند قدم آگے بڑھ کر ان سے معانقہ فرماتے اور یہ مصرع پڑھتے ؎

اے آمدنت باعثِ صد شادیِ ما

اے عبدالغنی! تمہارے آنے سے مجھے بے حد خوشی ہوئی۔ ایک مرتبہ تھانہ بھون میں حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شاہ عبدالغنی صاحب کا خط ان کا نام لیے بغیر پڑھ کر سنایا، اُس وقت وہاں سلطان پور کے ایک بزرگ حاجی عبدالواحد صاحب بھی بیٹھے تھے، انہوں نے مجھے بتایا کہ تمہارے مرشد کا خط حکیم الامت نے پڑھ کر سنایا تھا جس میں شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تحریر میں یہ لکھا تھا کہ حضرت جب میں دنیا کی زمین پر چلتا ہوں تو مجھ کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میں آخرت کی زمین پر چل رہا ہوں، یہ جملہ پڑھ کر حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ شخص اس زمانے کا صدیق ہے۔ حاجی عبدالواحد صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ یہ خط سنا کر حکیم الامت کسی

کام سے گھر تشریف لے گئے تو میں نے اس خط کو دیکھا تو اس پر عبدالغنی اعظمی لکھا ہوا تھا۔

ایک مرتبہ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حکیم الامت کو لکھا کہ میں تھانہ بھون حاضری کی اجازت چاہتا ہوں، حضرت نے جواب میں لکھا کہ اجازت چہ معنیٰ بلکہ اشتیاق! یعنی میں تو خود آپ کا مشتاق ہوں۔ مولانا جلال الدین رومی فرماتے ہیں کہ جن کے قلب میں اللہ تعالیٰ اپنی محبت کی دولت عطا فرماتے ہیں تو اللہ والے دوستوں سے مل کر ان کے قلب کی یہ کیفیت ہو جاتی ہے۔

پیشِ ما باشی کہ بختِ ما بود
جانِ ما از وصلِ تو صد جاں شود

اے میرے اللہ والے دوست! تم میرے سامنے رہا کرو تو میری خوش نصیبی ہوگی، تمہاری ملاقات سے میری جان سو جان ہوگئی، اللہ والی محبت کا خوشی سے یہ حال ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے مصافحہ کا طریقہ

تو مولانا ماجد علی جونپوری اور شیخ الحدیث کے والد مولانا یحییٰ صاحب حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بخاری شریف پڑھا کرتے تھے۔ مولانا یحییٰ صاحب حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے اور مولانا ماجد علی صاحب بیعت سے انکار کرتے تھے۔ جب کبھی وہ مشورہ دیتے کہ اتنا بڑا قطب العالم پھر کہاں ملے گا، ان سے بیعت ہو جاؤ تو ہنس کر فرماتے کہ بھائی ہمیں آزاد ہی رہنے دو مگر مولانا یحییٰ صاحب ان کے پیچھے لگے رہتے تھے کہ یہ کسی طرح اس اللہ والے کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دیں۔ دنیا میں اللہ تعالیٰ سے مصافحہ کرنے کا کوئی راستہ نہیں سوائے سچے پیر کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دینے کے، سچے اللہ

والے متبع شریعت اور سنت کے ہاتھ پر جب کوئی بیعت ہوتا ہے تو سلسلہ در سلسلہ اس کا ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے صحابہ نبی کے جس ہاتھ پر تم بیعت ہو رہے ہو یہ گویا اللہ کا ہاتھ ہے یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ نبی کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ ہے تو اس طرح صحیح سلسلہ میں بیعت ہونا گویا کہ سلسلہ بسلسلہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے ساتھ مصافحہ ہے، روئے زمین پر کوئی راکٹ، کوئی ہوائی جہاز، کوئی راستہ ایسا نہیں ہے جس سے بندہ کا اللہ تعالیٰ سے مصافحہ ہو جائے کیونکہ سلسلہ در سلسلہ یہ ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ ہے تو بتایئے صحابہ کرام کو اللہ کے ہاتھ کا مصافحہ نصیب ہوا کہ نہیں؟ تو اس سلسلہ کی بڑی برکت یہ ہے کہ اگر سنت وشریعت کا پابند سچا پیر ہو تو یہ ہاتھ سلسلہ بسلسلہ اللہ تک پہنچ جاتا ہے۔

بہرحال جب مولانا یحییٰ صاحب نے دیکھا کہ مولانا ماجد علی صاحب مرید ہونے سے کترا رہے ہیں تو انہوں نے ایک ترکیب نکالی۔ جب بخاری شریف پڑھتے ہوئے وقفہ ہوا تو خود ہی حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کر دیا کہ حضرت! مولانا ماجد علی کو بیعت کر لیجیے، مولانا گنگوہی نے سمجھا کہ شاید مولانا ماجد علی نے مولانا یحییٰ کو اپنا نمائندہ بنایا ہے فوراً ہاتھ بڑھا دیا، جب قطب العالم نے اپنا ہاتھ بڑھا دیا تو پھر مولانا ماجد علی کو ہمت نہ ہوئی کہ اتنا بڑا قطب العالم ہاتھ بڑھائے اور وہ اپنا ہاتھ کھینچ لیں، اتنی بدتمیزی اور بے ادبی کی ہمت کون کر سکتا تھا، بس داخلِ سلسلہ ہو گئے۔ میرے مرشد شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مولانا ماجد علی جونپوری ساری زندگی مولانا یحییٰ کو اشکبار آنکھوں سے شکریہ کا خط لکھتے رہے کہ آپ کا احسانِ عظیم ہے کہ مجھ جیسے آزاد منش کو مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کرا کے اللہ کی محبت کی

زنجیروں میں گرفتار کرلیا۔ مولانا ماجد علی کا علم اتنا تھا کہ حکیم الامت ان کے احترام میں کھڑے ہوجاتے تھے۔

طلباء کرام میں علمی استعداد پیدا کرنے والے تین اعمال

تو حکیم الامت نے فرمایا کہ اگر طالبِ علم حضرات تین کام کرلیں تو میں ان کے قابل عالم ہونے کی ضمانت لیتا ہوں، نمبرایک رات کو مطالعہ کریں اور مجہولات سے معروفات کو الگ کرلیں کہ کیا سمجھا اور کیا نہیں سمجھا، جو سمجھ میں نہیں آیا اس کو ذہن نشین کرلیں، دوسرا عمل یہ ہے کہ استاذ کے سامنے اپنے مجہولات کو معروفات بنانے کی کوشش کریں کہ رات میں جو ہم نے نہیں سمجھا تھا اب اس کو اپنے استاذ کی تقریر سے سمجھ لیں کہ یہ حصہ ہماری سمجھ میں نہیں آیا تھا اب سمجھ میں آگیا تو اس طرح مجہول کی جہالت دور ہوگئی اور نمبر تین یہ ہے کہ کسی طالبِ علم سے تکرار کرلیں، حضرت نے فرمایا کہ بس ان تین اعمال کے بعد میں اس عالم کے قابل ہونے کی اور استعداد کی ضمانت لیتا ہوں، ہر وقت رٹّا لگانے کی ضرورت نہیں ہے، ان شاء اللہ انہی تین اعمال کی بدولت صلاحیت اور ملکہ پیدا ہوجائے گا، چاہے پڑھا ہوا یاد رہے یا نہ رہے مگر عبارت سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہوجائے گی۔

علم میں برکت حاصل کرنے کا طریقہ

لیکن ایک بات عرض کردوں کہ علم کی برکت اور ہے اور محنت اور ہے۔

برکت کی تعریف امام راغب اصفہانی نے تفسیر مفردات القرآن میں لکھی ہے کہ برکت کے معنیٰ فیضانِ رحمتِ الٰہیہ ہیں یعنی اللہ کی رحمت کی بارش، تو برکت حرکت سے کہیں زیادہ مفید ہے، کتنی ہی محنت کرلو لیکن جس کے اندر برکت ہوگی اس کا مقابلہ محنت کرنے والا نہیں کرسکتا اور برکت دو وجہ سے آتی ہے، نمبرا۔

اساتذہ کا ادب کرو، کسی استاذ کی غیبت مت کرو، قلباً و قالباً اس کا احترام کرو، جب سامنے آئے فوراً سلام کرو، اس کے سلام کا انتظار کرنے کے بجائے خود سلام میں پہل کرو اور نمبر ۲۔ اپنی جوانی کو غلط استعمال مت کرو۔

سایۂ عرش حاصل کرنے کا طریقہ

بخاری شریف کی حدیث ہے کہ جو جوان اپنے عالمِ شباب کو اللہ پر فدا کردے:

﴿شَابٌّ نَشَأَ فِیْ عِبَادَةِ رَبِّہٖ ...... الخ﴾

(صحیح البخاری، کتاب الجماعة و الامامة، ج: ۱، ص: ۲۳۴، دار ابن کثیر، الیمامة)

جو اپنی جوانی کی اُٹھان کو اپنے رب کی عبادت میں استعمال کرلے اس کو قیامت کے دن عرش کا سایہ ملے گا۔ یہ بخاری شریف کا متن ہے مگر شارح بخاری علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ چودہ جلدوں کی شرح فتح الباری میں فرماتے ہیں کہ ایک روایت اور آئی ہے:

﴿شَابٌّ اَفْنٰی نَشَاطَہٗ وَ شَبَابَہٗ فِیْ عِبَادَةِ رَبِّہٖ﴾

جو جوان اپنی جوانی کو اپنے رب پر جلا کر خاک کردے، اپنی خواہشات کا غلام نہ بنے اور بری بری خواہشوں سے یہ اعلان کردے ؎

جلا کے راکھ نہ کردوں تو داغ نام نہیں

اے نفس! مجال نہیں ہے کہ تو مجھ پر غالب آجائے، میں اپنے مولیٰ کو ناراض نہیں کروں گا چاہے میری جوانی رہے یا نہ رہے، ایک جوانی کیا چیز ہے اگر ہم ایک کروڑ جوانی بھی اللہ پر فدا کردیں تو اس کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔ تو ابن حجر عسقلانی یہ روایت نقل فرماتے ہیں کہ جو جوان اپنی جوانی کو اللہ پر فدا کردے اور جوانی کی حرام خوشیوں کو فنا کردے تو اس کو بھی عرش کا سایہ ملے گا اور علامہ بدرالدین عینی نے شرح بخاری عمدۃ القاری میں لکھا ہے:

﴿شَابٌّ جَمِيلٌ دَعَاهُ الْمَلِكُ لِيَتَزَوَّجَ بِنْتَهُ بِهٖ فَخَافَ اَنْ يَّرْتَكِبَ بِهِ الْفَاحِشَةَ فَامْتَنَعَ﴾

ایک خوبصورت جوان کو بادشاہ نے بلایا تاکہ اس سے اپنی بیٹی کا نکاح کردے مگر وہ بادشاہ عادت کا اچھا نہ تھا، اس نوجوان کو ڈر لگا کہ یہ بیٹی تو دے گا مگر میرے حسن کو غلط استعمال کرے گا، میرے ساتھ بدفعلی کرے گا لہٰذا اس نے انکار کردیا کہ ہم آپ کی بیٹی سے شادی نہیں کرنا چاہتے تو علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو بھی عرش کا سایہ دے گا کیونکہ اس نے اپنی جوانی کو اللہ پر فدا کردیا۔

حسن کا شکر کیا ہے؟

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ سورۂ یوسف کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ حسن کا شکریہ کیا ہے؟ اگر خدائے تعالیٰ کسی کو حسین پیدا کریں تو حسن کا شکریہ کیا ہے؟ فرماتے ہیں:

﴿فَاِنَّ شُكْرَ الْحُسْنِ اَنْ لَّا يُشَوِّهَ فِيْ مَعَاصِى اللهِ تَعَالٰى شَانُهٗ﴾

جس کو اللہ حسین پیدا کرے اس کے حسن کا شکریہ یہ ہے کہ اپنے حسن کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں استعمال نہ کرے، جس نے حسن دیا ہے اُسی پر حسن کو فدا کرے، جس نے دردِ دل دیا ہے اُسی پر دردِ دل کو فدا کرے۔ اب رہ گیا کہ جوانی اللہ پر کیسے فدا ہو تو اس کے لیے علمِ دین حاصل کرنے میں جان گھلائے، بہترین جید عالمِ دین بنے، حاشیہ دیکھے، شروح دیکھے، متن کو حل کرے یہاں تک کہ اعراب بھی دیکھے کہ کس باب سے ہے، جو اس غم میں گھل جائے وہ بہترین عالمِ دین ہوگا لیکن جوانی میں تین کام ایسے ہیں کہ جوان تین کاموں سے بچ جائے گا اس کی جوانی مرتے دم تک جوان رہے گی، اس کے بال سفید ہوجائیں گے مگر اس پر عالمِ شباب کی کیفیت طاری رہے گی کیونکہ اس نے اپنے شباب کو اللہ پر فدا کیا

ہے۔

اللہ پر فدا ہونے والا غیر فانی ہو جاتا ہے

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے:

﴿مَا عِنۡدَکُمۡ یَنۡفَدُ وَ مَا عِنۡدَ اللّٰہِ بَاقٍ﴾

(سورة النحل، آية: ٩٦)

جو تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جانے والا ہے، فنا ہو جانے والا ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ ہمیشہ باقی رہنے والا ہے لہٰذا اگر تم نے اپنے جوانی ہم پر فدا کر دی تو تمہاری جوانی غیر فانی ہو جائے گی، تمہاری فانی جوانی کے بدلہ میں ہم تم کو غیر فانی جوانی دیں گے، کالے بال اگر اللہ پر فدا ہوئے تو سفید تو ہو جائیں گے مگر ان کی روحانی جوانی قائم رہے گی، اللہ والا جتنا بوڑھا ہوتا جائے گا اتنا ہی اس کی روحانی کیفیت میں تیزی آتی جائے گی۔ مولانا رومی اس حقیقت کو یوں بیان کرتے ہیں کہ جب شراب پرانی ہو جاتی ہے تو تیز ہو جاتی ہے، اس کا نشہ بڑھ جاتا ہے تو جب اللہ والے عبادت کرتے کرتے بوڑھے ہو جاتے ہیں تو ان کے بڑھاپے سے یہ مت سمجھو کہ اب یہ کچھ نہیں ہیں، ان کے بڑھاپے میں اللہ کی محبت کی شراب پرانی ہو کر اور تیز ہو جاتی ہے، جوانی میں دو گھنٹہ تقریر کرنے پر جو اثر ہوتا تھا وہی اثر اب دس منٹ کی بات پر ہو جاتا ہے، کسی بوڑھے اللہ والے کی دس منٹ تقریر سن لو، وہ دس گھنٹے کی تقریر سے زیادہ اثر رکھتی ہے۔ اب مولانا رومی کا شعر سن لیں، فرماتے ہیں ؎

خود قوی تر می شود خمرِ کہن
خاصہ آں خمرے کہ باشد من لدن

دنیاوی شراب جتنی پرانی ہوتی جاتی ہے قوی تر ہوتی جاتی ہے اور جو شراب اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کو پلاتا ہے مت پوچھو کہ اس کے نشہ کیا حال ہوتا ہے،

دنیاوی شراب جو مَخۡرَجُ مِنَ الۡاَرۡضِ ہے جب اس کے اندر مست کردینے والے نشہ کی خاصیت ہے تو جو اللہ والے مُنَزَّلُ مِنَ السَّمَآءِ پیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے آسمان والی پیتے ہیں تو کیا اس کے اندر اللہ کی محبت میں مست کردینے والی خاصیت نہ ہوگی؟ اس پر میرا ایک شعر ہے ؎

میرے پینے کو دوستو سن لو
آسمانوں سے مے اُترتی ہے

جوانی بچانے والے کام

میں عرض کررہا تھا کہ جوانی بچانے کے لیے نظر کی حفاظت کرو کیونکہ مشکوٰۃ شریف کی روایت ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو حسین لڑکوں یا نامحرم عورتوں کو دیکھتا ہے اے خدا اس پر لعنت فرما:

﴿لَعَنَ اللّٰہُ النَّاظِرَ وَ الۡمَنۡظُوۡرَ اِلَیۡہِ﴾

(المشکوٰۃ، کتاب النکاح، ج: ۲، ص: ۹۳۶، المکتب الاسلامی)

تو جس کی زندگی لعنتی ہوگی وہ ولی اللہ کیسے ہوسکتا ہے اور عالِم ربّانی یعنی اللہ والا عالِم کیسے بن سکتا ہے؟ اس لیے سب سے پہلی نصیحت یہ کرتا ہوں کہ جوانی میں کسی عورت کو خواہ کتنی ہی حسین ہو مت دیکھو، اگر اس کے فرسٹ فلور پر اچانک نظر پڑ جائے تو ناف کے اوپر کے مال کی وجہ سے نیچے کے مال کے دھوکہ میں مت آؤ کیونکہ اوپر سے شیطان تم کو پش (Push) کرے گا، دھکا دے گا پھر تم ناف کے نیچے جو پیشاب، پاخانہ اور گندی ہوا کی گٹر لائنیں ہیں ان میں گھس جاؤ گے، جو لوگ نیچے کی طرف نظر رکھتے ہیں، نیچے کا مال ڈھونڈتے ہیں یہ نیچ قوم ہیں، یہ نیچے لوگ ہیں۔

نیچے پر ایک لطیفہ یاد آیا۔ مفتی محمود الحسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مناظرے میں ایک مخالف نے کہا کہ مفتی صاحب میں نے آپ کو نیچا دِکھا دِیا

حضرت نے جواب دیا بے شک میں نے آپ کا نیچا دیکھ لیا، بس سارا مجمع ہنس پڑا۔ پھر اس مخالف نے کہا کہ آپ میں اور سور میں کیا فرق ہے؟ حضرت کا اسٹیج مخالف کے اسٹیج سے بیس فٹ کے فاصلہ پر تھا، حضرت جواب میں کچھ نہیں بولے کہ ہم میں اور سور میں کیا فرق ہے، خاموشی سے اسٹیج سے نیچے اُترے اور اپنے ہاتھ سے اپنے اور مخالف کے اسٹیج کا فاصلہ ناپا جو بیس ہاتھ تھا اور پھر واپس آگئے، مجمع حیران ہورہا تھا کہ یہ کیسی پیمائش ہورہی ہے، جب اپنے اسٹیج پر آگئے تو فرمایا کہ مجھ میں اور سور میں بیس ہاتھ کا فرق ہے۔

جوانی بچانے والا پہلا کام

تو یہ مضمون جو عرض کررہا ہوں کہ جوانی بچانے کے لیے تین اعمال ضروری ہیں۔ اگر میں طبیہ کالج سے طب نہ پڑھتا تو آج یہ رہنمائی نہیں کرسکتا تھا، میں حکیم بھی ہوں، میں نے جوانی کو ضائع کرنے والے جوانوں کا معائنہ کیا ہے اور ان کے اسبابِ بربادی پر ریسرچ کی ہے کہ جوانی کس طرح برباد ہوتی ہے۔ اس لیے کہتا ہوں کہ زیادہ نہیں بس تین کام کرلو۔ نمبرا۔ کسی نامحرم عورت کو مت دیکھو چاہے اپنی بھابھی کیوں نہ ہو، کتنی ہی قریبی رشتہ دار کیوں نہ ہو، کوئی آپ کو کتنا ہی بدنام کرے کہ آپ ہم کو کیوں نہیں دیکھتے، آپ کہہ دیجیے کہ نظر کی حفاظت اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، میں آپ کو خوش کروں یا اللہ کو خوش کروں، اللہ بڑھ کر ہے یا تم بڑھ کر ہو؟ اگر ائیر ہوسٹس اعتراض کرے کہ مولانا کیا آپ کا اسلام یہی ہے کہ ہم کو دیکھتے ہی نہیں، تو اگر انگریزی جانتے ہو تو ان کو انگریزی میں بتاؤ، اگر اردو جانتے ہو تو اردو میں بتاؤ کہ یہ ہمارے اللہ کا حکم ہے، جس نے ہم کو آنکھ دی ہے اس کا حکم ہے کہ ہم آپ کو نہ دیکھیں۔ اب میرا ایک شعر سن لو ؎

وہ آگئے جب سامنے نابینا بن گئے

جب ہٹ گئے وہ سامنے سے بینا بن گئے

اور یہ بھی میرا شعر ہے

نہ دیکھیں گے، نہ دیکھیں گے، انہیں ہرگز نہ دیکھیں گے
کہ جن کو دیکھنے سے رب میرا ناراض ہوتا ہے

اور اگر شیطان کہے کہ بدنظری کرلو بہت مزہ آئے گا اور گجراتیوں کو گجراتی زبان میں سکھاتا ہے کہ بہت مجا آئے گا تو اس کا جواب بھی سن لو

ہم ایسی لذتوں کو قابلِ لعنت سمجھتے ہیں
کہ جن سے دوستو مولیٰ میرا ناراض ہوتا ہے

نفس کتنا ہی کہے، کتنا ہی تڑپے مگر آپ راولپنڈی کی سڑکوں پر بھی نامحرم عورتوں کو مت دیکھو اور اپنے گھروں میں، رشتہ داروں میں جاؤ تو بھی کسی نامحرم خاتون کو مت دیکھو، ایسے ہی اپنی کلاس کے جن لڑکوں میں کشش ہے ان کو بھی مت دیکھو، یہ حدیث کا حکم ہے اور ہمارے اکابر نے بھی اس معاملہ میں سخت احتیاط سے کام لیا ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ کا حفاظتِ نظر کا اہتمام

علامہ شامی لکھتے ہیں:

﴿وَكَانَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ صَبِيْحًا وَكَانَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ يُجْلِسُهٗ فِيْ دَرْسِهٖ خَلْفَ ظَهْرِهٖ مَخَافَةَ خِيَانَةِ الْعَيْنِ مَعَ كَمَالِ تَقْوَاهُ﴾

(رد المحتار، كتاب الحظر والاباحة)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے امام محمد کی والدہ سے نکاح کیا تھا، امام محمد ان کے سوتیلے بیٹے بھی تھے لیکن پڑھائی کے زمانے میں ان کے حسن کی وجہ سے امام ابوحنیفہ ان کو اپنے پیچھے بٹھاتے تھے۔ میرے مرشد شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے خوب ڈاڑھی آگئی اور امام

ابو حنیفہ نے چراغ کی روشنی میں ان کی ڈاڑھی ملتے دیکھی تو فرمایا کہ اب سامنے بیٹھ جاؤ۔ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے بھتیجے مولوی شبیر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فرماتے تھے جو خانقاہ تھانہ بھون کے مہتمم تھے کہ میری تنہائیوں میں بے ریش لڑکوں کو مت بھیجا کرو۔ یہ ہے اللہ والوں کا عمل!

گھریلو ملازماؤں سے احتیاط کی تاکید

جنوبی افریقہ میں ایک صاحب نے کہا کہ ہمارے گھر کام کاج کرنے ایک جوان کالی ماسی آتی ہے، جب میرے بال بچے اپنے ماں باپ کے یہاں جاتے ہیں اور گھر خالی ہوتا ہے تو جب تک وہ ماسی گھر میں کام کرتی ہے اتنی دیر تک میں باہر بیٹھا رہتا ہوں۔ میں نے ان سے کہا کہ یہ بھی جائز نہیں ہے، جب تک تمہارے بال بچے گھر نہ آجائیں ماسیوں سے کہہ دو کہ اتنے عرصہ تک تم ہمارے گھر نہیں آنا، جب میرے بال بچے آجائیں تب ٹیلیفون کر کے آنا، فلسفہ کا قاعدہ ہے کہ قدرت ضدین سے متعلق ہوتی ہے، یعنی اگر تمہیں ایک کام کرنے کی طاقت ہے تو اس کام کے نہ کرنے کی بھی طاقت ہو، اس کا نام قدرت ہے۔ لہٰذا جس طاقت سے تم باہر بیٹھے ہو وہی طاقت تم کو اندر بھی لے جاسکتی ہے، جو طاقت تمہیں باہر بٹھا سکتی ہے وہی طاقت تمہیں اندر بھی لے جاسکتی ہے، موٹر جتنا آگے جاسکتی ہے اتنا ہی پیچھے بھی جاسکتی ہے، کسی دن نفس غالب ہوگا تو باہر سے اندر پہنچا دے گا۔ اصل متقی وہ ہے جو شبۂ معصیت سے بھی بچے لہٰذا اس پر بھی مت جاؤ کہ یہ حسین ہے یا نہیں، ہم حسن کے ریسرچ آفیسر نہیں ہیں، شبۂ حسن سے بھی احتیاط کرو۔

جب میرا استنبول کا سفر ہوا تو راستہ میں ایک صاحب بہت بول رہے تھے، جب استنبول آگیا تو میں نے کہا کہ آگیا استنبول اب بول کیا بولتا ہے۔ وہاں بہت زیادہ عریانی اور فحاشی ہے، میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ یہاں

شیطان ایک طریقہ سے تم کو گمراہ کرے گا کہ ہم مولانا لوگ ہیں، ان عورتوں کو خوب اچھی طرح دیکھو تاکہ اپنے اپنے ملکوں میں یہاں کی فحاشی کی برائیاں پیش کریں کہ وہاں عورتوں کا ایسا لباس ہے اور ایسی عریانی اور بے پردگی ہے۔ ان کا جغرافیہ بیان کرنا اور ان عورتوں کو دیکھ دیکھ کر ان کے حسن کی ریسرچ کرنا ہرگز جائز نہیں ہے، آپ کو اللہ تعالیٰ نے ریسرچ آفیسر، تفتیشی افسر نہیں بنایا ہے لہٰذا ان عورتوں سے بھی نظر بچاؤ اور لڑکوں سے بھی نظر بچاؤ۔

جوانی بچانے والا دوسرا کام

اور ایک کام سے اور بچنا ہے جو جوانی برباد کردیتا ہے یہاں تک کہ آدمی شادی کے قابل بھی نہیں رہتا وہ ہے استمناء بالید، ہینڈ پریکٹس، بیت الخلاء میں گئے اور صابن لگا کر منی نکال دی، ابھی حال ہی میں ایک نوجوان جس نے اپنی صحت خراب کرلی تھی اسے پچاس ہزار روپے مہر دے کر اپنی بیوی کو طلاق دینی پڑی، وہ بھی ہاتھ سے منی نکالتا تھا، اس کی بیوی نے خط لکھا کہ اس کی صحت خراب ہے اور مزاج بہت رومانٹک ہے، دیر تک گود میں بٹھاتا ہے چوما لیتا ہے مگر اس کے اندر دم نہیں ہے، جو اصلی کام ہے اس کی طاقت نہیں ہے لہٰذا مجھے اس سے طلاق دلواؤ چنانچہ اسے طلاق دینی پڑی اور پچاس ہزار روپے مہر بھی دینا پڑا۔

اگر میرا بس چلتا تو میں تمام عالم کے مدارس اور اسکولوں میں یہ تقریر کرتا تاکہ نوجوانوں کی جوانی تباہ نہ ہو اور ان کو شرمندگی نہ ہو مگر اتنی طاقت نہیں ہے۔ لیکن میری ایک کتاب ہے اس کا نام ہے روح کی بیماریاں اور ان کا علاج، اگر بڑی کتاب نہ خرید سکو تو میرا ایک مختصر رسالہ ہے عشقِ مجازی اور بدنظری کا علاج، اگر چاہو تو یہ رسالہ مفت منگالو۔ لاہور میں ہماری خانقاہ ہے وہاں سے

ہمارے وعظ مفت میں ملتے ہیں، ایک کارڈ اور ڈاک خرچ بھیجنا پڑے گا، وہاں کا پتہ یہ ہے: خانقاہ امدادیہ اشرفیہ نزد جامع مسجد قدسیہ، چڑیا گھر، لاہور۔

ایک مسئلہ اور سنو، میں ابھی بہاول نگر گیا تھا، وہاں عورتوں کے لیے قنات کے پردے کا انتظام کیا گیا تھا تو عورتوں نے اچانک قنات ہٹا کر پنجابی میں کہا کہ پیرنوں چنگی طرح ویکھن دیو۔ میں نے کہا ڈانٹ کر کہا کہ یہ جائز نہیں ہے، خبردار جو عورتیں باہر آئیں۔ پھر میں نے پردہ کے بارے میں قرآن و حدیث کے احکامات بتائے۔ تو تجربہ کی بات کہتا ہوں کہ جس کی جوانی بچ گئی وہ بڑھاپے تک بالکل جوان رہتا ہے۔ اس شخص پر یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے جس کا عالمِ شباب تقویٰ سے گذر جائے اور وہ کسی ولی اللہ اور صاحبِ تقویٰ کے پاس پہنچ جائے۔

جوانی بچانے والا تیسرا کام

اور جوانی کی حفاظت کے لیے تیسرا کام یہ ہے کہ دل میں گندے خیالات نہ پکاؤ، ماضی کے گناہوں کا خیال آجائے تو اس میں مشغول نہ ہو، کسی مباح کام میں لگ جاؤ یا دوستوں سے مباح گفتگو کرنے لگو۔ دل میں آئندہ گناہ کی اسکیمیں نہ بناؤ کیونکہ پہلے دل خراب ہوتا ہے پھر اعضاء گناہ میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔

قرآنِ پاک سے مسائلِ سلوک پر استدلال

آج میں علماءِ کرام کی وجہ سے مسائلِ سلوک کو قرآنِ پاک سے ثابت کرتا ہوں کیونکہ لوگ تصوف کو قرآن شریف سے الگ سمجھتے ہیں، ابھی ایک سوال کیا گیا تھا کہ شریعت اور طریقت میں کیا فرق ہے؟ میں نے کہا شریعت نام ہے اللہ پر جسم دینا اور طریقت نام ہے اللہ پر دل فدا کرنا۔

ذکرِ اسمِ ذات کا ثبوت

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے زمانے کا امام بیہقی کہا جاتا ہے ان کی تفسیر مظہری سے ایک آیت کی تفسیر پیش کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَ اذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ﴾

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کا نام لو۔ علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں کہ صوفیاء جو اللہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں اس کا ثبوت اس آیت سے ملتا ہے کہ اپنے رب کا نام لیجیے۔ بتاؤ! رب کا نام کیا ہے؟ اللہ ہے یا نہیں؟

تبتل کا ثبوت

آگے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلاً﴾

غیر اللہ سے قلب کو خالی کرلو، لیکن یہ مطلب نہیں کہ شہر چھوڑ کر جنگل بھاگ جاؤ، جسم کے ساتھ تو شہر میں رہو مگر قلب شہر میں نہ رہے، اس پر میرا ایک شعر ہے ؎

دنیا کے مشغلوں میں بھی یہ باخدا رہے
یہ سب کے ساتھ رہ کے بھی سب سے جدا رہے

حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جنگل بھاگنا جائز نہیں ہے بلکہ اپنے قلب میں تعلقِ غیر اللہ کو مغلوب کر کے اللہ کے تعلق کو غالب رکھنا تبتل ہے، قلب سے غیر اللہ کو خالی کرنا یہی ہے نہ کہ بیوی بچوں کو چھوڑ کر جنگل بھاگ جانا، بال بچوں میں رہو مگر دل پر اللہ تعالیٰ کی محبت غالب رہے، جگر شاعر کہتا ہے ؎

میرا کمالِ عشق بس اتنا ہے اے جگؔر
وہ مجھ پہ چھا گئے میں زمانے پہ چھا گیا

جس کے دل پر اللہ چھا جاتا ہے وہ جہاں جاتا ہے غالب رہتا ہے۔

محبت سے ذکر کرنے کا ثبوت

تصوف میں جو یہ کہا جاتا ہے کہ اللہ کا ذکر محبت سے کرو تو اللہ کے ذکر میں محبت کی چاشنی لانا کہاں سے ثابت ہے؟ حکیم الامت نے فرمایا کہ و اذکر اسم ربک میں رب کا جو لفظ ہے کہ اپنے رب کا نام لو تو چونکہ پالنے والے سے محبت ہوتی ہے لہٰذا یہ لفظ رب بتا رہا ہے کہ پالنے والے کا نام محبت سے لیا کرو، جس نے تمہیں پالا ہے اور تمہارے پالنے کے لیے سارے عالم میں اسباب بکھیر دیئے، ہمالیہ پہاڑ پیدا کیے تا کہ خلیج بنگال سے مون سون ہوائیں بادل لے کر ہمالیہ سے ٹکرائیں اور بارش برسائیں۔ سائنسدانوں کی تحقیق ہے کہ اگر خدا ہمالیہ پہاڑ پیدا نہ کرتا تو خلیج بنگال سے مون سون ہوائیں بادل لے جا کر تاشقند، آذربائیجان، سمرقند و بخارا میں برستیں اور ہندوستان مثل منگولیا کے ریگستان ہو جاتا، لیکن سائنسدانوں کا دماغ صرف اسباب تک پہنچتا ہے اور اللہ والوں کا دماغ خالقِ اسباب تک پہنچتا ہے کہ سمندر کس نے پیدا کیا، سورج کس نے بنایا جس کی گرمی سے بخارات بادل بن کر اُٹھے، تو رب کا لفظ نازل کر کے اللہ تعالیٰ نے حکم دے دیا کہ اللہ کا نام دردِ دل اور محبت سے لو، عاشقانہ کیفیت سے اللہ کا ذکر کرنا سیکھو۔ اگر ذکر تعداد میں تو پورا ہو مگر عاشقانہ نہ ہو تو ایسا ہے جیسے آپ کو ایک گلاس گرم پانی دیا جائے تو کمیت تو ہے مگر اس سے پیاس نہیں بجھے گی کیونکہ کیفیت نہیں ہے اور اگر کیفیت ہے پانی خوب یخ ہے مگر ایک چمچے کے برابر ہے تو کیفیت تو ہے لیکن کمیت نہیں ہے اس سے بھی پیاس نہیں بجھے گی تو جتنا ذکر شیخ نے بتایا ہے اس کی کمیت بھی پوری کرو اور کیفیت بھی پوری کرو پھر دیکھو اللہ تعالیٰ کا ذکر آپ کو کہاں سے کہاں لے جاتا ہے، یہی ذکر ذاکر کو مذکور تک پہنچا دے گا۔

ذکر اللہ تبتل کا ذریعہ ہے

اور اللہ تعالیٰ نے وَ اذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَ تَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلاً میں یہ نہیں فرمایا کہ پہلے دل کو خالی کرو پھر ہم کو یاد کرو، اس آیت میں ذکر کو تَبَتَّلْ پر کیوں مقدم کیا؟ اس کا جواب حکیم الامت نے یہ دیا ہے کہ اللہ کے نام میں یہ خاصیت ہے کہ ؎

نکھرتا آرہا ہے رنگِ گلشن
خس و خاشاک جلتے جارہے ہیں

اللہ کے نام کی برکت سے قلب سے غیر اللہ خود نکل جائیں گے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر کی کہ جب سورج نکلتا ہے تو اندھیروں کو بھگانا نہیں پڑتا، سورج کی روشنی لاٹھی لے کر اندھیروں سے نہیں کہتی کہ بھاگو بھاگو سورج آرہا ہے بلکہ اندھیرے خود بھاگ جاتے ہیں۔ تو اللہ نے اپنے نام کو مقدم فرمایا کہ میرا نام لیتے رہو گے تو غیر اللہ سے خود ہی نجات مل جائے گی، اندھیرے چھٹ جائیں گے اور تمہارا قلب غیر اللہ سے پاک ہو جائے گا، جو سورج کا ہم نشین ہوتا ہے اس کی نظر ستاروں پر نہیں ہوتی۔

ستاروں پر یاد آیا کہ ایک سیارہ ہے عطارد جس کا کوئی چاند نہیں اور مشتری کے چھ چاند ہیں جبکہ دنیا کو ایک چاند دیا گیا ہے کیونکہ یہاں شریعت نافذ کرنی تھی اگر کئی چاند ہوتے تو کیا ہوتا، ایک ہی چاند میں لاٹھیاں چل جاتی ہیں اگر دو چاند ہوتے تو اور لڑائیاں ہوتیں، لیکن عطارد سیارہ کو اللہ نے ایک بھی چاند نہیں دیا اس کی وجہ سائنس دان یہ لکھتے ہیں کہ عطارد سورج کے قریب ہے، سورج کی روشنی سے ہر وقت چمکتا رہتا ہے تو جس کا دل خالقِ سورج سے قریب ہوتا ہے اس کو دنیا کے چاندوں کی طرف التفات ہی نہیں ہوتا کہ کہاں ہے چاند، کدھر ہیں یہ حسین لوگ کیونکہ وہ اپنے مولیٰ خالقِ آفتاب سے قریب تر رہتے

ہیں، ان کا دل سو فیصد روشن رہتا ہے تو ان کو ان چاندوں سے استغنیٰ نصیب ہو جاتا ہے، جیسے جب سورج نکلتا ہے تو ستارے نظر نہیں آتے۔

جب مہر ہوا نمایاں سب چھپ گئے تارے
وہ ہم کو بھری بزم میں تنہا نظر آیا
حال میں اپنے مست ہوں غیر کا ہوش ہی نہیں
رہتے ہیں ہم جہاں میں یوں جیسے یہاں کوئی نہیں

دنیا میں جو اللہ کو پا گیا تو اللہ پوری دنیا کا مزہ بلا تقسیم اس کے دل میں گھول دیتا ہے، وہ صرف قطر اور نائیجیریا کا بادشاہ نہیں ہوتا سارے عالم کا بادشاہ ہوتا ہے، جب مولیٰ دل میں آتا ہے تو سارے عالم کی سلطنت اور تخت و تاج کا نشہ مولیٰ دل میں گھول دیتا ہے۔

لَیۡسَ عَلَی اللّٰہِ بِمُسۡتَنۡکِرٍ
اَنۡ یَّجۡمَعَ الۡعَالَمَ فِیۡ وَاحِدٍ

اللہ کے لیے مشکل نہیں کہ اپنے کسی ولی کے دل میں پورے عالم کی لذات گھول دیں، یہ ایک عربی شاعر کا شعر ہے کہ اللہ پر مشکل نہیں کہ اپنے کسی ولی کے دل میں پورا عالم بھر دے، اب رہ گئی جنت تو جب خالقِ جنت دل میں آتا ہے یعنی اپنی تجلی خاصہ سے متجلی ہوتا ہے تو جنت والوں کو تو جنت تقسیم ہو کر ملے گی مگر خالقِ جنت پر جو فدا ہے دنیا ہی میں اللہ اس کے دل میں جنت کا رس اور پوری دنیا کی لیلاؤں کا نمک گھول دیتا ہے، اور ایک فائدہ اور بھی ہے۔ دنیا کی لیلاؤں کو مہر دینا پڑتا ہے، روٹی کپڑا مکان اور معجون مغلظ بھی کھانا پڑتا ہے لیکن جب اللہ دل میں آتا ہے تو ساری عالم کی لیلاؤں کا رس اللہ دل میں گھول دیتا ہے، نہ غسل واجب ہوتا ہے نہ مہر، بس کیا کہوں اس مزہ کے بیان سے زبان قاصر ہے۔ اس پر میرا ایک شعر ہے۔

وہ شاہِ جہاں جس دل میں آئے
مزے دونوں جہاں سے بڑھ کے پائے

بتاؤ دونوں جہان افضل ہیں یا خالقِ دو جہاں افضل ہے؟ تو جب دونوں جہان سے افضل دل میں آتا ہے تو اللہ تعالیٰ دل کو دونوں جہان سے مستغنی کردیتا ہے، ایسا بندہ اللہ سے جنت کا سوال تو کرے گا مگر جنت کو درجۂ ثانوی میں رکھے گا جیسے حدیث میں ہے:

﴿اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُکَ رِضَاکَ وَالۡجَنَّۃَ﴾

(تفسیر اللباب لابن عادل)

اے اللہ! میں آپ کی رضا مانگتا ہوں اور جنت بھی مانگتا ہوں تو جنت کو درجۂ ثانوی فرمایا اور اللہ کی رضا اور جنت میں واؤ عطف داخل کیا، عربی زبان کا قاعدہ ہے کہ معطوف علیہ اور معطوف میں مغایرت ہوتی ہے تو اللہ کی محبت کی ڈش اور ہے اور جنت کی ڈش اور ہے، جتنے عربی داں علماء دین یہاں ہیں ان سے پوچھ لو، اختر غیر علماء کی مجلس میں نہیں ہے علماء دین کی مجلس میں ہے، بتاؤ! معطوف اور معطوف علیہ میں مغایرت لازم ہے یا نہیں؟

استغفار اور توبہ کے مفاہیم میں فرق

جیسے علامہ آلوسی نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا:

﴿وَ اَنِ اسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّکُمۡ ثُمَّ تُوۡبُوۡۤا اِلَیۡہِ﴾

(سورۃ ھود، آیۃ:۳)

اپنے رب سے استغفار کرو اور توبہ کرو، معلوم ہوا کہ استغفار اور ہے اور توبہ اور ہے، اگر دونوں یکساں ہوتے تو اللہ تعالیٰ حرفِ عطف نازل نہ فرماتے کیونکہ معطوف اور معطوف علیہ میں مغایرت لازم ہے، استغفار نام ہے ماضی کے گناہوں سے معافی مانگنے کا اور توبہ نام ہے مستقبل کے گناہوں سے بچنے کا، پکا

ارادہ کرنے کا کہ یا اللہ آئندہ مستقبل میں بھی گناہ نہیں کروں گا، آئندہ کبھی آپ کو ناراض نہیں کروں گا۔ استغفار اور توبہ کے مفاہیم میں یہ فرق ہے۔

ذکرِ نفی و اثبات اور توکل کا ثبوت

اللہ تعالیٰ آگے فرماتے ہیں:

﴿رَبُّ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ﴾

جب تم میرا ذکر کرو گے تو شیطان وسوسہ ڈالے گا کہ تیرا دن کا کام کیسے ہوگا اور رات کا کام کیسے ہوگا؟ تو اللہ تعالیٰ نے یہ مراقبہ سکھا دیا کہ میں رَبُّ الْمَشْرِقِ ہوں دن پیدا کرتا ہوں اور رَبُّ الْمَغْرِبِ ہوں رات پیدا کرتا ہوں، جو دن اور رات کو پیدا کرسکتا ہے کیا وہ تمہارے دن اور رات کے کام کا کفیل اور ذمہ دار نہیں ہوسکتا، تمہارے دن اور رات کے کام نہیں بنا سکتا، دن پیدا کرنا مشکل ہے یا تمہارا دو کلو آٹا پیدا کرنا؟ حکیم الامت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رَبُّ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ نازل کرکے اپنے عاشقوں کو سکونِ قلب و بے فکری سے ذکر میں لگا دیا کہ فکر ہی نہ کرو کہ آٹا کہاں سے آئے گا، جب ذکر پورا کرلو پھر مارکیٹ جاؤ کون منع کرتا ہے مگر حالتِ ذکر میں آٹا آٹا آٹا مت کرو کیونکہ جو دن پیدا کرسکتا ہے وہ تمہارے دن کی ضروریات کی کفالت بھی کرسکتا ہے اور جو رات پیدا کرتا ہے وہ رات کی کفالت کا بھی ذمہ دار ہے لہٰذا دن اور رات کے کاموں سے اپنے قلب کو مستغنی کرکے اللہ کا نام لو، جب شیخ کا بتایا ہوا ذکر پورا ہوجائے اب مارکیٹ جاؤ لیکن ذکر کی برکت سے مارکیٹ میں جاؤ گے مگر مار پیٹ نہیں کرو گے یعنی نظارہ بازی نہیں کرو گے کیونکہ قلب نور سے بھرا ہوا ہوگا، قلب میں اللہ ہوگا، اللہ کے ہوتے ہوئے غیر اللہ گھسے گا ہی نہیں۔

بس نظریں بچا کر رکھو۔ دیکھو! اللہ نے جو یہ پلک دی ہے یہ آٹو میٹک پردہ ہے، دنیا کے پردوں کے لیے بجلی کا بٹن دبانا یا ڈور کھینچنی پڑتی ہے لیکن اللہ

نے ہماری پلک کو خود کفیل بنایا ہے تاکہ جب کوئی نامناسب شکل سامنے آئے اسے بند کرلو اور جب چاہو کھول لو، یہ پردہ کسی بٹن، کسی ڈوری کا محتاج نہیں۔ آہ! جس اللہ نے ہمیں غضِ بصر کا حکم دیا ہے اسی اللہ نے ہمیں خود کفیل آنکھیں دے دیں۔ اللہ تعالیٰ آگے فرماتے ہیں:

﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا﴾

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں کہ اے خشک مُلّا وَ! نفی اثبات کے ذکر پر اعتراض مت کرو لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سے نفی اثبات کا ذکر ثابت ہوتا ہے اور فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا تم اللہ کو اپنا وکیل اور کارساز بنالو، اس سے توکل کا مسئلہ ثابت ہوگیا کہ ایسے مالک کو جو مغرب اور مشرق کا مالک ہے اور دن اور رات پیدا کرتا ہے اس کو اپنا کارساز بنالو۔ تو قرآن پاک سے توکل کا مسئلہ، تبتل کا مسئلہ، ذکرِ اسم ذات کا مسئلہ اور ذکر نفی اثبات کا مسئلہ ثابت ہوگیا۔

اقوالِ مخالفین پر صبر اور ھجران جمیل کی تفسیر

اب ایک مسئلہ یہ ہے کہ بعض لوگ صوفیوں کا مذاق اڑاتے ہیں کہ کیا گول ٹوپی پہنے ہوئے پیری مریدی کے چکر میں ہو تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَ اصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُولُونَ وَ اهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا﴾

جو تمہیں برا بھلا کہیں تم اس پر صبر کرو، انتقام نہ لو اور اس سے الگ ہو جاؤ، ایسے بے وقوفوں کے قریب بھی نہ رہو مگر الگ ہونے میں ایک قید سن لو وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا تمہاری جدائی میں جمال ہو، یہ نہیں کہ ابے تیری ایسی تیسی کردوں گا، گالی گلوچ مت کرو ھجران جمیل اختیار کرو اور ھجران جمیل کی تفسیر ہے:

﴿اَلَّذِیْ لَاشَكْوٰى فِيهِ وَلَا انْتِقَامَ﴾

(بیان القرآن، ج: ۲)

حکیم الامت فرماتے ہیں کہ ھجران جمیل جمال کے ساتھ جدائی اختیار

کرنے کو کہتے ہیں جس میں شکایت اور غیبت نہ ہو اور انتقام بھی نہ ہو کیونکہ منتقم ولی اللہ نہیں ہوسکتا اور کوئی ولی اللہ منتقم نہیں ہوتا۔ اب اس کے بعد ایک سوال اور اس کا جواب دے کر مضمون ختم کرتا ہوں۔

تہجد کا آسان طریقہ

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر مظہری کے مصنف لکھتے ہیں کہ تصوف کا سب سے اونچا مقام قرآنِ پاک کی تلاوت اور تہجد ہے اور ذکرِ اسمِ ذات ونفی اثبات وغیرہ ابتدائی مقام ہے تو اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آخری اسباق شروع میں ہی کیوں دے دیئے؟ علامہ اس کا کیا جواب دیتے ہیں یہ میں آپ کو بعد میں بتاؤں گا پہلے تہجد سے متعلق ایک اہم مسئلہ بتادوں۔ بعض لوگ کمزوری کی وجہ سے آدھی رات کو اٹھ کر تہجد نہیں پڑھ سکتے تو ایسے لوگوں کو کیا کرنا چاہیے؟ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

﴿فَاِنَّ سُنَّۃَ التَّھَجُّدِ تَحْصُلُ بِالتَّنَفُّلِ بَعْدَ صَلٰوۃِ الْعِشَآءِ قَبْلَ النَّوْمِ﴾

جو کمزوری سے رات کو نہ اُٹھ سکے تو وتر سے پہلے دو رکعت پڑھ کر سو جائے اور فجر کی نماز جماعت سے پڑھ لے تو اس کی سنتِ تہجد ادا ہو جاتی ہے، یہ لوگ بھی قیامت کے دن تہجد گذار اُٹھائے جائیں گے۔ آج کل زیادہ جاگنے سے لوگوں کی صحت خراب ہو رہی ہے، ڈپریشن اور ٹینشن کی بیماریاں ہو رہی ہیں، بلڈ پریشر ہو رہا ہے لہٰذا وتر سے قبل دو رکعت تہجد پڑھنے سے بھی تہجد کی سنت ادا ہو جائے گی، البتہ قوی لوگ مستثنیٰ ہیں۔ میں نے پنجاب کے ایک دوست سے پوچھا کہ پینسٹھ کو پنجابی میں کیا کہتے ہیں تو انہوں نے کہا پینٹھ کہتے ہیں، میں نے کہا طاقت کی فراوانی سے پینٹھ میں اینٹھ کا لفظ موجود ہے اسی لیے اینٹھا ہوا جواب دیا، یہ دلیل ہے کہ اہلِ پنجاب طاقتور ہوتے ہیں۔ خیر یہ تو ایک مزاح کی بات تھی۔

تو میں نے بتادیا کہ کمزور سے کمزور آدمی بھی تہجد پڑھ سکتا ہے یعنی وتر

سے پہلے دو رکعت تہجد پڑھ لو پھر اگر رات کو آنکھ کھل جائے تو اعلیٰ ڈش بھی حاصل کرلو، پہلے شوربہ چپاتی کھالو پھر آدھی رات کے بعد اگر آنکھ کھل جائے تو بریانی اور کباب بھی کھالو۔ بعض لوگ ایسے ہیں کہ اگر رات کو اُٹھ جائیں تو پھر دن میں سبق نہیں پڑھا سکتے۔ مجھے ایک محدث ملے کہ رات کو جاگنے کی وجہ سے ان کو لو بلڈ پریشر رہتا تھا اور چکر آتے تھے، میں نے ان سے کہا کہ بس دو رکعت وتر سے پہلے پڑھ لو، اگر وتر کے بعد پڑھو تو بھی جائز ہے مگر افضل یہی ہے کہ وتر سے پہلے پڑھ لو اور وتر کو آخر میں پڑھو۔ مولانا یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے یہ بات فرمائی۔

وسیلہ کا مدلل ثبوت

ایک مرتبہ میرے شیخ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مولانا یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما تھے، میں بھی موجود تھا کہ ایک شخص نے پوچھا کہ وسیلہ پکڑنا کہاں سے جائز ہے، آپ لوگ جو شجرہ پڑھتے ہیں اور بزرگوں کا وسیلہ پکڑتے ہیں یہ کہاں سے جائز ہے؟ میرے شیخ نے فرمایا کہ ہمارے بڑے مولانا یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ موجود ہیں یہ اس کا جواب دیں گے۔ مولانا یوسف بنوری نے فرمایا کہ میں وہ جواب دیتا ہوں جو علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے دیا تھا کہ حدیث میں ہے کہ تین آدمی غار کے منہ پر چٹان گرنے کی وجہ سے پھنس گئے، تینوں نے اپنے اپنے عمل کا واسطہ دیا، ایک کے عملِ مقبول کی برکت سے پہلے تہائی چٹان ہٹی پھر دوسرے کے عملِ مقبول کی برکت سے تہائی چٹان ہٹی اور پھر تیسرے کے عملِ مقبول کی برکت سے پوری چٹان ہٹ گئی تو جب قالب کے عمل کا واسطہ دینا جائز ہے تو اللہ والوں سے محبت کرنا تو قلب کا عمل ہے اور قلب قالب سے اعلیٰ ہوتا ہے پھر اس کا وسیلہ دینا یعنی اللہ والوں سے اپنی قلبی محبت کا وسیلہ دینا کیسے جائز نہیں ہوگا؟ جب قالب کا عمل

وسیلہ بن سکتا ہے تو قلب کا عمل کیوں وسیلہ نہیں بن سکتا؟

اس پر میں عرض کرتا ہوں کہ یہی وجہ ہے کہ نظر کی حفاظت پر حلاوتِ ایمانی کا وعدہ ہے کیونکہ نظر بچانے پر دل تکلیف اُٹھاتا ہے، دل مزدور بن جاتا ہے اور دل بادشاہ ہے تو جب بادشاہ مزدوری کرتا ہے تو اس کی مزدوری کی قیمت بھی عام مزدور سے زیادہ ہوتی ہے۔

سلوک کے آخری اسباق سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتداء ہی میں کیوں دیئے گئے؟

تو میں عرض کررہا تھا کہ علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تفسیرِ مظہری میں لکھتے ہیں کہ تہجد اور قرآنِ پاک کی تلاوت یہ سلوک کا سب سے اونچا مقام ہے اور سلوک کے آخری اسباق ہیں تو اللہ تعالیٰ نے **قم اللیل الا قلیلا** اور **ورتل القرآن ترتیلا** نازل فرماکر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آخری اسباق شروع میں کیوں دیئے حالانکہ پہلے میٹرک ہوتا ہے، پھر انٹر میں داخلہ ہوتا ہے، پہلے موقوف علیہ پڑھایا جاتا ہے پھر بخاری شریف دی جاتی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن شریف جس پر نازل ہورہا تھا وہ سلوک کے سب سے اونچے مقام پر تھے، سید المنتہین تھے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام واکرام میں اعلیٰ سبق پہلے نازل کردیا اور جو شروع کے اسباق تھے عام امت کے لیے ان کو بعد میں نازل فرمایا۔

اب دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس ادارہ کو قبول فرمائیں، مہتمم کو، طلباء کو، عمالِ مدرسہ کو، ہم سب لوگوں کو قبول فرمالیں اور خزانۂ غیب سے مالیاتی مدد بھی فرمائیں اور جملہ دینی مدارس کو قبول فرمائیں، ہر قسم کے فتنوں سے محفوظ فرمائیں اور مالیاتی معاملے میں ابتلاء سے بچائیں، عظمتِ دین اور عزتِ نفس کے ساتھ

ہم سب کو مدرسہ چلانے کی خدمت کی سعادت نصیب فرمائیں اور ہم سب کو ولی اللہ بنا دیں، اولیاء صدیقین کی خطِ انتہاء تک پہنچا دیں۔

یا اللہ! جتنے لوگ بیٹھے ہیں کسی ایک کو بھی محروم نہ فرما، اختر مسافر ہے اور مسافر کی دعا کو آپ رد نہیں کرتے، اختر کو اور آپ سب کو ولایت کا جو سب سے اعلیٰ مقام ہے یعنی نسبتِ صدیقین کی خط انتہاء تک ہمیں پہنچا دے اور ہمیں اس کا شکر بھی نصیب فرما اور کراچی، لاہور اور پشاور سے جو احباب بے چارے تکلیف اٹھا کر یہاں آئے ہیں ان سب پر بھی آپ رحم فرمائیں اور کسی کو محروم نہ فرمائیں، ہم سب کو دنیا بھی دے دیجئے اور آخرت بھی دے دیجئے اور پورے ملک کو رحمت کی بارش کی بھی ضرورت ہے، اپنی رحمت کی بارش سے ہم سب کو مالا مال کر دیں اور ہم کو ہمارے تمام نیک ارادوں میں بامراد کر دیجئے، آمین۔

بِبَرَکَةِ یَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ

تفسیر روح المعانی میں ہے کہ اگر اپنی دعا قبول کرانا چاہتے ہو تو یَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ تین دفعہ پڑھ لو کیونکہ اس میں اسمِ اعظم ہے، اور یَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ کے معنیٰ بھی کم لوگ بتا سکیں گے، یا ذالجلال والاکرام کے معنیٰ ہیں:

﴿ذُو الْاِسْتِغْنَاءِ الْمُطْلَقِ وَالْفَضْلِ الْعَامِ﴾

(تفسیر البیضاوی)

انسانوں میں بعض لوگ مستغنی تو ہیں مگر ان کا فیض عام نہیں ہے مگر اللہ نے فرمایا میں مستغنی ہوں، تم سے بے نیاز ہوں مگر سارے عالم کا خیال رکھتا ہوں، میرا فضل عام ہے۔ بس اللہ تعالیٰ کا کرم ہے، میں کمزور ہوں، بیمار ہوں، بڑی مشکل سے ہمت کر کے آیا ہوں مگر اللہ تعالیٰ نے آپ حضرات کے خلوص کی برکت سے مجھے

ہمت اور طاقت عطا فرمادی، اللہ تعالیٰ میرے بیان کو قبول فرمالیں، میری زبان کو قبول فرمالیں، آپ کے کان کو قبول فرمالیں، ہم سب کو اپنا مقبول، اپنا محبوب فرمالیں اور غیر مقبول اور نامقبول اعمال سے حفاظت کو مقدر فرمائیں، ابھی جوانی ہی سے ہمارے بچوں کو تقویٰ دے دیں اور ہم سب کو صاحبِ تقویٰ بنادیں اور صاحبِ ولایت بنادیں اور ولایت بھی سب سے اعلیٰ قسم کی جس کے آگے ولایت کی حد ختم ہے اور وہ ہے اولیاء صدیقین کی خط انتہاء، اس کے آگے نبوت ہے اور نبوت مانگنا جائز نہیں ہے، اب نبوت کے دروازے قیامت تک کے لیے بند ہیں۔ یا اللہ تعالیٰ جہاں تک دروازہ کھلا ہے وہاں تک اپنے فضل سے، اپنے کرم سے بلا استحقاق ہم سب کو اولیاء صدیقین کی خطِ انتہاء تک پہنچادے، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وصلی اللہ تعالیٰ علی النبی الکریم

مہربانی سے دستگیری کی
داستاں سن مری فقیری کی

تھک گیا جب بھی راہ میں اخترؔ
لاج رکھ لی ہے اس نے پیری کی

(عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم)